طلب علم کے تقاضے

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے یہ تقریر جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں ۲۳ جنوری ۲۰۰۴ء کو کی، جامعہ کے منتظمین نے ٹیپ ریکارڈ سے ضبط کر کے یہ تقریر ماہنامہ ''وفاق المدارس'' میں اشاعت کے لیے ارسال کی ہے۔ضروری حذف و ترمیم کے ساتھ یہ تقریر قارئین وفاق المدارس کے لیے شائع کی جارہی ہے۔(ادارہ)

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام علی سيدنا و مولانا محمد خاتم النبيين وامام المرسلين و قائدالمتقين وعلى آله وأصحابه أجمعين وعلى كل من تبعهم ماحان الیٰ يوم الدين، أمابعد۔

جو باتیں میں نے اپنے اساتذہ سے اور خاص طور پر اپنے والد ماجد مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ سے سنیں اور جنھوں نے الحمدللہ مجھے نفع پہنچایا ان میں سے چند باتیں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

ہم سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے طالب علم ہیں اور یہ محض اللہ تبارک وتعالیٰ کا انعام ہے کہ اس نے اس طالب علموں کے طائفہ میں ہمیں داخل کردیا۔اللہ نے ایسے گھرانے میں پیدا کیا، ایسے والدین کی سرپرستی عطاء فرمائی جنھوں نے ہمیں علم دین کی طلب میں لگایا، اس واسطے سب سے پہلے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ طالب علم کیا ہوتا ہے؟ طالب علم کس کو کہتے ہیں؟

طالب علم کی تعریف

میرے والد ماجد قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمایا کرتے تھے جس نے کسی مدرسے میں داخلہ لے لیا، اپنا نام رجسٹر میں لکھوادیا، کسی استاد کے پاس جاکر سبق پڑھنے لگا ایسے آدمی کو تم طالب علم سمجھتے ہو، فرمایا کہ حقیقت میں طالب علم وہ ہے جس کے دل میں علم کی طلب ہو اور علم کی طلب کی علامت یہ ہے کہ اس کے دل ودماغ میں ہر وقت کوئی نہ کوئی علمی مسئلہ چکر کاٹ رہا ہو، اس کے خیالات، اس کی سوچ، اس کا شوق، اس کی اُمنگ، جو کچھ ہو وہ علم کی طلب سے متعلق ہو کہ علم مجھے حاصل ہوجائے، اگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی ہے یا کوئی بات حل نہیں ہوئی ہے تو جب تک وہ حل نہ ہوجائے اور سمجھ میں نہ آجائے اسے چین نہ آئے جیسے ایک بھوکا شخص، اس کو بھوک لگ رہی ہو، جب تک کھانا نہ مل جائے اس کو چین نہیں آئے گا۔اگر پیاس لگ رہی ہو، جب تک پانی نہیں پی لے گا، اس وقت تک چین نہیں آئے گا، اسی طرح طالب علم کا مطلب یہ ہے کہ وہ علم کا بھوکا اور علم کا پیاسا ہو، کہ جب تک علم حاصل نہ ہوجائے اس وقت تک اس کو آرام نہ آئے، چین نہ آئے۔ذرا دیکھو تصور کرو، اگر کسی وقت ہمارے ساتھ یہ واقعہ پیش آجائے کہ ہم بھوکے پیاسے ہوں، اللہ کا فضل وکرم ہے کہ دونوں وقت یا تینوں وقت اللہ تعالیٰ کھانا مہیا فرمادیتے ہیں۔لہٰذا اس کی نوبت

نہیں آتی لیکن اگر کبھی خدانہ کرے یہ نوبت آجائے کہ ہم بھوکے پیاسے ہوں، کھانا مل نہ رہا ہوتو بتاؤ اس وقت تمھارا ذہن، تمھاری فکر، تمھاری سوچ، تمھارے خیالات کیا ہوں گے؟ جب پیٹ کھانا مانگ رہا ہے، حلق پانی مانگ رہا ہے، تو اس وقت سوائے کھانے اور پانی کی تلاش کے اس کے دل میں کوئی اور خیال نہیں آسکتا تو اگر واقعتا طالب علم ہے تو اس کو جب تک علم حاصل نہ ہو جائے اور کوئی مسئلہ جب تک حل نہ ہو اس وقت تک اس کی بے تابی اور بے چینی ایسی ہی ہونی چاہیے جیسے بھوکے اور پیاسے آدمی کی ہوتی ہے، تب جاکر آدمی طالب علم بنتا ہے۔ بس سبق میں پہنچ گیا، حاضری لگادی، استاد کی بات آدھی سنی اور آدھی نہیں سنی، آدھی توجہ کی، آدھی توجہ نہیں کی، مطالعہ کیا یا نہیں کیا اور پھر تکرار کی طرف متوجہ ہوئے یا نہیں ہوئے ان کو اپنا فرض ادا کرنا سمجھ لیا، حالانکہ خیالات کہیں اور بھٹک رہے ہیں۔ تفریحات میں اور دنیا کے کام دھندوں میں، تو اس کے ساتھ طلبِ علم صحیح معنی میں متحقق نہیں ہوتی۔ طالب علم تو وہ ہے کہ جو اپنے آپ کو وقف کردے۔

''فلولا نفر'' کی عجیب، لطیف تفسیر

ہمارے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت کریمہ آپ نے سنی ہوگی جو طالب علموں کے لیے بیان کی جاتی ہے، تمام مدرسوں میں ایک طرح سے ایک سرنامے کے طور پر لکھی جاتی ہے ''فلولا نفر من کل فرقہ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین '' (توبہ، آیت ۱۲۲) حضرت والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک تفسیر کے مطابق ''لولا نفر'' یہ علم کی طلب کے لیے نکلنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، قرآن نے ''نفر'' کا لفظ استعمال کیا ''خرج'' نہیں کہا حالانکہ یہاں معنی نکلنے کے ہیں ''خرج'' آسان اور ہر آدمی کی سمجھ میں آنے والا لفظ تھا لیکن قرآن نے خرج نہیں کہا بلکہ نفر کہا نفر کیا ہوتا ہے؟ نفر منہ الیہ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ایک چیز سے نفرت کی اور دوسری چیز کی طرف رغبت کی، ایک چیز سے نفرت کرکے دوسری چیز کی طرف رغبت کرکے آدمی نکلے تو وہ ہے ''نفر''۔ نفر کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ ماسوا العلم سے نفرت کرکے ماسوا العلم سے بھاگ کر صرف علم کی طرف اپنی رغبت ظاہر کرکے آدمی نکلے، تب ہے وہ طالب علم، طالب علمی کے سوا اور جتنے مشاغل ہیں بقدر ضرورت جہاں ضرورت پیش آئے انجام دے۔ لیکن اس کا ذہن اور دھیان لگا ہوا ہو علم کی طرف، اسی لیے کہا گیا کہ طالب علمی ایسی چیز ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی، لوگ سمجھتے ہیں کہ دورہ حدیث کرلیا تو بس تعلیم ختم ہوگئی حالانکہ یہ تو کبھی ختم نہیں ہوتی یہ تو من المھد الی اللحد جاری رہتی ہے۔

ہمارے اکابر کی طالب علمی

آپ اگر اپنے بزرگوں اور اسلاف کے حالات پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ انھوں نے ساری عمر اپنے آپ کو طالب علم سمجھا، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قدس اللہ سرہ ساری عمر اپنے آپ کو طالب علم کہا کرتے تھے، میں نے اپنے شیخ سے سنا وہ ایک مرتبہ فرمانے لگے ساری دنیا کے عقلاء جمع ہوکر اگر شریعت کے ایک مسئلہ کے بارے میں

کوئی بھی اشکال لے کر آجائیں، اللہ کے فضل وکرم سے الحمدللہ یہ ناکارہ دومنٹ میں ان کو لاجواب کرسکتا ہے، پھر فرمایا کہ میں ادنیٰ سا ایک طالب علم ہوں، علماء کی تو بڑی شان ہے۔ انھوں نے ساری عمر اپنے آپ کو طالب علم سمجھا، حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نام تو آپ لوگوں نے سنا ہوگا۔ وہ آیت من آیات اللہ تھے۔ حفظ اور اتقان میں اور علم کی وسعت اور گہرائی میں اللہ تعالیٰ نے بڑا عجیب مقام عطا فرمایا تھا۔ پہلے ان کا واقعہ سن لو، والد صاحب فرماتے ہیں، میں ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں ''منطق کی کتاب ''سلم'' کی شرح ''ملاحسن'' پڑھایا کرتا تھا، مطالعہ کررہا تھا تو ایک جگہ جاکر میرے دل میں ایک اشکال پیدا ہوا، اشکال حل نہیں ہورہا تھا، نہ حاشیہ سے، نہ شرح سے، نہ سیاق سے نہ سباق سے، میں عام طور پر حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوجاتا تھا کہ حضرت یہ مسئلہ ہے، حضرت اس کا جواب دے دیتے تھے، میں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں روانہ ہوا، جاکر دیکھا، اپنی جگہ پر تشریف فرما نہیں تھے۔ جب شاہ صاحب اپنی جگہ پر نہ ہوں تو دوسرا احتمال بس یہی تھا کہ کتب خانہ میں ہوں گے، کوئی تیسری جگہ نہیں تھی۔ میں کتب خانہ میں داخل ہوا تو حضرت اوپر گیلری میں ایک الماری کے پاس بیٹھے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے، مجھے آتے ہوئے دیکھا تو کہا، ہاں بھئی ملا مختصر صاحب کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا کہ حضرت کتاب میں ایک جگہ سمجھ نہیں آرہی، اس کے بارے میں آپ سے پوچھنا ہے، اوپر سے فرمایا کہ کونسی کتاب ہے؟ عرض کیا کہ حضرت ملاحسن ہے، فرمایا اچھا کہاں شبہ پیدا ہوگیا۔ حضرت اوپر بیٹھے ہیں اور یہ نیچے کھڑے ہیں، فرمایا کہ عبارت پڑھو، حضرت والد ماجد نے عبارت پڑھی، اوپر ہی سے کہا کہ اچھا آپ کو اس عبارت میں یہ اشکال ہوا ہوگا۔ اشکال کی تقریر بھی خود ہی فرمائی اور فرمایا کہ اس اشکال کا ایک جواب یہ ہے، دوسرا جواب یہ ہے اور تیسرا جواب یہ ہے، اوپر جانے اور کتاب کھولنے کی نوبت ہی نہیں آئی اور مسئلہ بھی کوئی قرآن وحدیث فقہ اور تفسیر کا نہیں تھا۔ ملاحسن جو کبھی پڑھائے ہوئے بھی حضرت کو سالہا سال ہوچکے ہوں گے لیکن اس طرح وہیں بیٹھے بیٹھے حل کردیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں علم کا ایسا بلند مقام بخشا تھا۔

حضرت شاہ صاحب کی بیماری اور ذوق مطالعہ

ان کے بارے میں حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب بیمار تھے، دیوبند میں رات کے وقت یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت کا انتقال ہوگیا، ہم دوڑے دوڑے پہنچے، نماز تیار تھی، نماز پڑھ کے خدمت میں گئے تو جاکر معلوم ہوا کہ الحمدللہ خبر غلط تھی حضرت حیات ہیں، سوچا کہ عیادت بھی کرتے جائیں، سلام عرض کردیں، حضرت کا ایک حجرا تھا، اس میں چوکی بچھی ہوئی تھی، چوکی پہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے اور جھٹ پٹا تھا یعنی دن کی روشنی پوری نہیں تھی، جیسے فجر کے بعد کا وقت ہوتا ہے اور حضرت کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں، روشنی نہیں آرہی تھی اور کوئی چراغ وغیرہ بھی نہیں جل رہا تھا۔ معمولی روشنی کھڑکی سے آرہی تھی، اس حالت میں چوکی پہ بیٹھے ہوئے ہیں اور سامنے ایک کتاب ہے اور اس کے اوپر جھک کر اور قریب لاکر اس کو پڑھ رہے ہیں۔ خیر

خیریت معلوم کی، سلام دعا ہوئی تو اس وقت شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بھی تشریف فرما تھے وہ ذرا حضرت سے بے تکلف تھے۔ شاگرد تو نہیں تھے، لیکن حضرت کا بڑا احترام کیا کرتے تھے اور بے تکلف بھی تھے، وہ کہنے لگے، حضرت آپ نے ہمارے بہت سارے علمی مسئلے حل کیے ایک مسئلہ ہمارا ہے وہ حل نہیں ہوتا، وہ آپ ذرا بتائیں تو حضرت نے فرمایا، کیا بھائی؟ عرض کیا کہ حضرت پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسا کون سا مسئلہ ہے جو ابھی تک آپ کے مطالعے میں نہیں آیا، دوسرا یہ کہ اگر مطالعے میں نہیں آیا تو ایسی کیا وقتی ضرورت پیش آگئی کہ اس وقت اس بیماری میں جب کہ لوگوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی ہے کہ آپ کا انتقال ہوگیا ہے۔ آپ جھٹ پٹے میں، آنکھوں میں زور ڈال کے پڑھ رہے ہیں، روشنی آرہی نہیں اور اگر کوئی واقعی ایسا وقتی مسئلہ پیش آگیا تھا تو ہم لوگ کہاں مرگئے تھے کسی سے بھی آپ فرمادیتے کہ بھائی ذرا اس مسئلے کی تحقیق کرکے بتاؤ، یہ جو آپ اپنی جان پر اس حالت میں بیٹھ کر ظلم کررہے ہیں اس کا کیا جواز ہے؟ یہ مسئلہ سمجھ نہیں آتا، حضرت نے معصومیت سے سر اٹھایا اور فرمایا کہ بھائی ٹھیک کہتے ہو، ٹھیک کہتے ہو کہ مجھے یہ نہیں کرنا چاہیے، مگر کیا کروں یہ بھی ایک روگ ہے۔ یہ بھی تو ایک بیماری ہے کہ جب تک کتاب سامنے نہ آجائے اس وقت تک چین نہیں آتا، حضرت والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے کہ یہ ہے طلب العلم من المهد الیٰ اللحد۔

اپنے اندر طلب پیدا کرو

سب سے پہلی بات جو عرض کرنی ہے، وہ یہ کہ طالب علم کا جو مادہ اشتقاق طلب ہے، وہ پیدا کرو، جس دن طالب علم کے اندر علم کی صحیح طلب پیدا ہوگئی تو سمجھ لو کہ کامیابی کا دروازہ کھل گیا۔ اللہ تعالیٰ بعض اوقات طالب علم کی طلب علم کی برکت سے ایسے نکات استاد کے دل پر وارد فرماتے ہیں جو بعض اوقات استاد کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آتے، حضرات اساتذہ بیٹھے ہیں یہ گواہی دیں گے کہ پڑھاتے پڑھاتے ایک دم سے دل میں ایک ایسی بات آجاتی ہے جو نہ مطالعے میں آئی تھی نہ پہلے کبھی اس کی طرف خیال گیا تھا، اچانک قلب پر ایک نئی بات وارد ہوجاتی ہے، یہ کہاں سے آئی ہے؟ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ دل پر ڈالتے ہیں، طالب علم کی طلب کی برکت سے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ طلب پیدا کرو اور طلب کا حاصل یہ ہے کہ جو کچھ پڑھنے جارہے ہو، یہ عہد کرو کہ جب تک پوری طرح حل نہیں ہوجائے گا اور پوری طرح سمجھ نہیں آجائے گا، اس وقت تک ہم بے چین رہیں گے، بے تاب رہیں گے کہ کسی طرح حل کرالیں، یہ طلب جس دن پیدا ہوجائے گی تو ان شاء اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کامیابی کے دروازے کھول دیں گے۔

علم میں کمال حاصل کرنے کے سنہری گُر

اس کے لیے بزرگوں نے اپنے تجربے سے یہ بتایا ہے کہ مطالعہ، سبق کو توجہ سے سننا، حاضری کی پابندی، اول سے آخر تک سبق کو سننا۔ استاد آئے یا نہ آئے پہلے سے جاکر بیٹھنا، توجہ سے سننا، مطالعے کا مقصد کیا ہوتا ہے، مطالعے کا مقصد ہوتا ہے کہ مجہولات کو معلومات سے ممتاز کرلیا جائے، مطالعے کے اندر آدمی یہ دیکھے کہ خود سے کتنا مجھے سمجھ

آ گیا، کتنا نہیں آیا، جو نہیں آیا وہ کل کو استاد سے توجہ کے ساتھ سنوں گا تا کہ سمجھوں، جب وہاں بیٹھو تو توجہ کے ساتھ سنو اور توجہ کے ساتھ سن کر پھر بعد میں اس کا تکرار کرو، یہ تین کام آدمی کر لے تو ان شاء اللہ علوم آسان ہو جائیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کے لیے آسان فرمائیں۔

لاپرواہی سے علم نہیں آتا

لاپرواہی کے ساتھ علم نہیں آتا ''العلم لایعطیك بعضه حتی تعطیه کلك ''علم اپنا کوئی حصہ اس وقت تک نہیں دیتا، جب تک اپنا پورا وجود اس کے حوالے نہیں کر دو گے، علم بڑا غیرت مند ہے وہ اپنا کوئی حصہ اس وقت تک نہیں دیتا جب تک اپنا کل کا کل اس کے حوالے نہ کر دیا جائے۔''العلم عز لاذل فیه یحصل بذل لاعز فیه ''علم ایسی عزت ہے جس میں ذلت کا گذر نہیں، لیکن حاصل ہوتا ہے ایسی ذلت سے جس میں عزت کا گذر نہیں ہے۔ یعنی اپنے آپ کو استاد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے، استاد کا احترام، کتاب کا احترام، جو علم پڑھ رہے ہو، اس کا احترام کر کے، اپنے آپ کو اس کے سامنے ذلیل کر کے جب حاصل کرو گے تو ان شاء اللہ علم حاصل ہوگا اور پھر ایسی عزت ہے جس میں ذلت نہیں ہے، ذلت کا نام نہیں ہے اور خاص طور سے ہمارے آج کل کے مدارس کے طلباء سے میں عرض کرتا ہوں کہ یہ علم جو ہم اور آپ پڑھتے پڑھاتے ہیں، ذرا غور کر لیا کرو کہ یہ ہم تک پہنچا کیسے؟

حدیث کو لے لو، تفسیر کو لے لو، فقہ کو لے لو، اس میں نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اور اس زمانے تک جب تک کتابیں چھپ کر منظر عام پر آئیں اس وقت تک یہ علم کس طرح حاصل ہوتا تھا؟ کیا کیا قربانیاں، کیا کیا مشقتیں، کیا کیا محنتیں ہمارے اسلاف نے برداشت کیں، ہمارے استاد حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ کی کتاب ''صفحات من صبر العلماء علی شدائد التحصیل '' ہے، وہ طالب علموں کو پڑھنی چاہیے، اگر نہ ہو تو منگوائی جائے، انھوں نے اس میں ان علماء کے واقعات جمع کیے ہیں، جنھوں نے علم حاصل کرنے میں کیسی کیسی مشقتیں اور قربانیاں دی ہیں، آج امام بخاری کی کتاب پڑھتے ہیں اور ساری دنیا اس سے فیض یاب ہو رہی ہے، لیکن امام بخاری کے اوپر سالہا سال ایسے گذرے ہیں کہ سالن تک نہیں کھایا، بعض روایتوں میں آتا ہے کہ چالیس سال سالن نہیں کھایا اور بسا اوقات صرف باداموں کے اوپر گذارا کیا تین تین بادام پانچ، پانچ بادام کھا لیے بس کھانا ہو گیا، کیسی کیسی مشقتوں سے ان بزرگوں نے علم حاصل کیا ہے کس طرح ایک حدیث کو حاصل کرنے کے لیے سینکڑوں میل سفر کیے، آج اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو سارا علم پکی پکائی روٹی کی شکل میں سامنے رکھ دیا ہے، کتاب موجود ہے، چھپی ہوئی ہے، اس کتاب کو خریدنے کے لیے بازار جانا نہیں پڑا، کوئی پیسا خرچ نہیں کرنا پڑا، مدرسے نے خود ہی آپ کو کتابیں دیں۔ لوگ استاد کے پاس گھوڑوں پر، اونٹوں پر، پیدل سفر کر کے جایا کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اساتذہ سارے اکٹھے جمع کر دیئے ہیں۔ کھانے کی فکر ہوا کرتی تھی کہ کہاں سے کھائیں گے اور پانی کہاں سے پئیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی محنت ومشقت اور پیسہ خرچ کیے بغیر کھانا مہیا کر دیا، ساری پکی

پکائی روٹی کی صورت میں آپ کے سامنے علم موجود ہے، کام صرف اتنا ہے کہ اس کو منہ میں چبا کر حلق سے اتار دو اور کوئی محنت نہیں، اللہ تعالیٰ نے اتنا آسان کر دیا اگر یہ کام بھی ہم سے نہ بن پڑے تو بڑے ہی گھاٹے کا سودا ہے ''خسر الدنیا والآخرۃ'' اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے حفاظت فرمائے۔

اپنے اندر طلب علم پیدا کریں اس کے لیے اپنے علم کے کام کو ساری دنیا کے کاموں پر فوقیت دے کر محنت سے پڑھیں جو اوقات ضائع کرنے والی چیزیں ہیں، ان سے اس طرح بچیں جیسے زہر سے بچا جاتا ہے، یہ فضول کی محفلیں، فضول کی مجلسیں، مجلس آرائیاں، جلسے اور جلوس اور سیاسی سرگرمیاں طالب علم کے لیے، زہر قاتل ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے یہاں تک فرمایا کہ طالب علم کو چاہیے کہ مغرب کے بعد اوابین کی نفلیں بھی نہ پڑھے بلکہ دو مؤکدہ سنتیں پڑھ کر اپنے کام میں لگ جائے تاکہ اس کا وقت علم حاصل کرنے میں صرف ہو تو جب نفلیں پڑھنے کو منع کر رہے ہیں تو کوئی مطلب نہیں کہ طالب علم اپنے آپ کو ان فضولیات میں مبتلا کرے۔

دینی مدارس اور دوسرے اداروں میں فرق

آپ نے شاید سنا ہو گا یا دیکھا ہو گا کہ دنیا میں جو دوسری درسگاہیں ہیں، یونی ورسٹیاں ہیں، کالج ہیں، اگر دیکھا جائے تو بسا اوقات ان یونی ورسٹیوں میں علم وتحقیق کا معیار خاصا بلند بھی نظر آتا ہے لیکن ان میں اور ہمارے ان اداروں میں ایک بنیادی فرق ہے، وہ بنیادی فرق یہ ہے کہ وہاں علم پڑھا اور پڑھایا جا رہا ہے، ایک فلسفے کے طور پر، ایک نظریے کے طور پر، اور ان مدرسوں کا مقصد جو دارالعلوم دیوبند کے سرچشمہ فیض سے سیراب ہیں، یہ ہے کہ علم نرا علم، سوکھا روکھا علم نہ ہو، یہ نظریہ اور فلسفہ نہیں ہے۔ یہ علم، علمی تربیت چاہتا ہے اور طالب علمی ہی کے زمانے میں انسان کو اسلامی شریعت کی پابندی کی تربیت اس ماحول میں ملنی چاہیے، یہاں رہتے ہوئے اس بات کا عادی بننا چاہیے، عادت ڈالنی چاہیے، مشق کرنی چاہیے۔

دارالعلوم دیوبند کی تاریخ تاسیس ''درمدرسہ خانقاہ دیدیم''

دارالعلوم دیوبند صرف مدرسہ نہیں تھا بلکہ انسان کی عملی تربیت کی خانقاہ بھی تھی، اسی لیے اس کی تاریخ تاسیس کہی گئی ہے۔ ''درمدرسہ خانقاہ دیدیم'' ہم نے مدرسے میں خانقاہ دیکھی، یہ جملہ دارالعلوم کے تاسیس کی تاریخ ہے اور میرے دادا حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب قدس اللہ سرہ جو دارالعلوم دیوبند کے ہم عمر تھے یعنی جس سال دارالعلوم دیوبند قائم ہوا اس سال ان کی ولادت ہوئی اور پڑھنے کے بعد ساری عمر دارالعلوم دیوبند ہی میں پڑھایا، وہیں انتقال ہوا، وہ فرماتے تھے کہ ہم نے دارالعلوم کا وہ دور دیکھا ہے کہ جب اس کے شیخ الحدیث سے لے کر دربان تک ہر شخص صاحب نسبت ولی اللہ ہوتا تھا۔ دن کے وقت میں وہاں قال اللہ، قال الرسول کی صدا گونجتی تھیں اور رات کے وقت انہی پڑھنے پڑھانے والوں کی اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے رونے اور گڑگڑانے کی آوازیں آیا کرتی تھیں، علم کے ساتھ عمل نہ ہو جب تک رجوع الی اللہ نہ ہو، جب تک تعلق مع اللہ نہ ہو، جب تک اتباع سنت نہ ہو، اس وقت تک یہ

سوکھا پھیکا روکھا علم ہے، یہ فلسفہ ہے جو بہت سی یونی ورسٹیوں میں پڑھایا جارہا ہے،لیکن ان مدارس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں پر رہتے ہوئے آدمی کو صرف علم سیکھنا نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کا طریقہ بھی سیکھنا ہے اور اس میں یہ بات خاص طور پر میں ذکر کرنا چاہتا ہوں کیوں کہ ہمارے طبقے میں اس کی طرف غفلت بہت عام ہوگئی ہے کہ صرف عبادات کا اور ظاہری وضع قطع کا نام دین رکھ لیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ عبادات دین کا بہت اہم شعبہ ہیں، اس کی اہمیت کو کسی طرح بھی کم نہیں کہا جاسکتا،لیکن دین کے اور بھی بہت شعبے ہیں جن میں معاملات بھی ہیں، معاشرت بھی ہے اور اخلاق بھی ہیں، دین ان سب کے مجموعے کا نام ہے جہاں بھی جس شعبے میں بھی کمی ہوگی دین میں کمی ہوگی تو آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کا شکر ہے، اس کا انعام ہے کہ عقائد اور عبادات کی حد تک کچھ تھوڑا بہت اہتمام ان مدرسوں میں پایا جاتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ان مدرسوں کو دوسرے سرکاری اداروں سے ممتاز کرتی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ عبادات کا بھی کچھ نہ کچھ اہتمام ہے، اگرچہ وہ بھی اب ڈھیلا پڑھ رہا ہے لیکن الحمدللہ کم ازکم ظاہری وضع قطع میں اتباع سنت کے اہتمام کا ایک جذبہ پایا جاتا ہے جو اور جگہوں پر نظر نہیں آتا، اس پر اللہ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے، لیکن ان معاملات، معاشرت اور اخلاق کے شعبوں کو دین سے خارج سمجھ لیا گیا ہے۔ حدیثیں دن رات پڑھتے ہیں "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده" (بخاری) لیکن اگر طرز عمل کا جائزہ لیں تو قدم قدم پر اس حدیث کی مخالفت ہوتی ہے۔ معاشرے میں کس طرح رہنا چاہیے، ساتھیوں کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے، اساتذہ سے کیا برتاؤ ہونا چاہیے۔ اپنے گھر والوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے، والدین کے حقوق کیا ہیں، بہن بھائیوں کے حقوق کیا ہیں، دوست احباب کے حقوق کیا ہیں اور ان کو کس طرح ادا کرنا چاہیے۔ زندگی گذارنے کے کیا طریقے، کیا آداب ہیں، کس قسم کے اخلاق دل میں پیدا ہونا چاہئیں، تواضع ہو، اخلاص ہو، ایثار ہو اور گندے اخلاق، تکبر، حسد، بغض، ریاکاری اور حب مال اور حب جاہ سے بچے، یہ سب دین کے احکام ہیں تو ان کی تربیت حاصل کرنا، ان کی اہمیت دل میں پیدا کرنا اور ان سب کا بہترین راستہ، اساتذہ کرام کی صحبت ہے، اساتذہ کرام سے صرف سبق کا رسمی تعلق نہ ہو، ان سے ہر معاملے میں استفادہ کیا جائے، ان سے علم میں بھی استفادہ کیا جائے کہ عمل میں بھی، عبادات میں بھی، اخلاق میں بھی، معاشرت میں بھی اور اس کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کے حالات کا مطالعہ اور ملفوظات کا مطالعہ کیا جائے جو انسان کے لیے تربیت کے اندر بہترین تاثیر رکھتا ہے۔ الحمدللہ سوانح سب کی چھپی ہوئی ہیں، وہ کبھی کبھی پڑھا کریں، حضرت نانوتوی سے لے کر ہمارے دور کے آخری اکابر تک سب کے حالات یکے بعد دیگرے آپ کو پڑھنے چاہییں، ان سے سبق لینا چاہیے، ان شاء اللہ اپنی زندگی میں رہنمائی ملے گی، یہ دوگذارشات آپ حضرات سے کرنی تھیں، ایک یہ کہ طالب علم کا مطلب سمجھ کر اس کا اہتمام کریں اور دوسرا یہ کہ یہاں پر رہتے ہوئے صرف خالی لفظی علم کی حد تک محدود رہنے کی بجائے عمل کی تربیت حاصل کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ان باتوں پر مجھے بھی عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور آپ سب کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین ☆☆☆